قاعدہ فقہیہ "الیقین لایزول بالشک" کی تاصیل وتطبیق اور اس کے عصری اطلاقات

Jurisprudential Rule "Alyaqinu La Yazulu Bi Al-Shakk: Its Foundation, Application and Contemporary Implications"

Hafiz Muhammad Umar Farooq
PhD Scholar, Islamic Studies Department, Govt. College University, Lahore:hafizrajab907@gmail.com
Amir Shahzad
PhD Scholar, Islamic Studies Department, Govt. College University, Lahore.
Lecturer, Islamic Studies Department, Green International University Lahore: hafiz.amirshahzad0300@gmail.com

Abstract:

This study explores the foundational principle of Islamic jurisprudence, "Certainty Is Not Overruled by Doubt ,(اليقين لا يزول بالشك) "by examining its origins, development and application within Islamic legal tradition. The principle serves as a critical tool for jurists in resolving legal issues where doubt or uncertainty arises, ensuring that established certainty remains intact. This research delves into the classical sources that underpin this maxim, analyzing its theoretical basis and practical application in historical contexts. Furthermore, the study investigates its relevance and implications in contemporary legal issues, demonstrating how this principle continues to guide Islamic jurisprudence in modern times. How does the principle of Islamic jurisprudence, "Certainty Is Not Overruled by Doubt," serve as a foundational tool in deriving legal rulings, and what are its practical applications in contemporary legal and social contexts? The principle "Certainty Is Not Overruled by Doubt" is a cornerstone of Islamic jurisprudence, guiding scholars in making sound legal judgments. This study is crucial because it explores the enduring relevance of this principle in both classical and modern contexts. By examining its foundational aspects, applications and contemporary implications. The study sheds light on how this principle continues to provide clarity and stability in Islamic legal rulings. In a world of increasing complexity and uncertainty, understanding how this principle can be applied to modern issues is essential for ensuring that Islamic law remains relevant and effective in addressing contemporary challenges.

Keywords: Qaida Fiqhia, Alyaqinu La Yazulu Bi Al-Shakk , Jurisprudence

قاعدہ فقہیہ "الیقین لا یزول بالشک" قانونی احکام کے استنباط میں ایک بنیادی ذریعہ کے طور پر کس طرح کام کرتا ہے،اور اس کے عصری قانونی اور سماجی سیاق وسباق میں عملی اطلاقات کیا ہیں؟ قواعدِ فقہیہ تاریخِ فقہ اسلامی میں اہم اہمیت کے حامل ہیں۔ان قواعد کو سمجھنا اور ان کی روشنی میں احکام کا استنباط کرنا فقہاء کے لیے انتہائی ضروری ہے۔اس موضوع کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ یہ فقہاء کو ایک مستند اور منطقی طریقہ فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ فقہ اسلامی کے مطابق جدید مسائل کا حل پیش کر سکیں۔ قواعدِ فقہیہ نہ صرف احکام کے استنباط میں مددگار ثابت ہوتے ہیں بلکہ یہ اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں کو ایک جامع اور منظم طریقے سے سمجھنے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔

قرآن مجید علوم و فنون کا منبع و ماخذ کتاب ہے جس میں اللہ تعالی نے علم الاولین والاخرین کو ودیعت رکھا ہے۔ہر صاحب فن کے لیے قرآن مجید ایک مستمد منہ اور معتمد علیہ کتاب ہے۔ چنانچہ ایک فقیہ اسی سے تدبر و تفکر کر کے احکام کا استنباط و استخراج کرتا ہے۔بہت سے شذرات شریعہ کی معرفت قواعد فقہیہ کے ذریعے ہوتی ہے جن کے لیے قواعد فقہیہ ایک مرجع اور نبراس کی طرح ہیں جن سے نور علم وہدایت حاصل کیا جاتا ہے۔کیونکہ اسلامی زندگی میں فقہ عملی کی معرفت کا زیادہ تر دارومدار انہی قواعد پر ہے۔چنانچہ ایک فقیہ کو ان کے متعلق جس قدر مہارت و معرفت زیادہ ہو گی اتنا ہی اس کا مقام اور شرف زیادہ ہو گا نیز اس کے لیے مناہج فتوی منکشف ہوں گے خصوصا جب وہ ان کو نظم قران مجید کی روشنی میں دیکھے گا تو اسے ان کی تاصیل میں قرآن پاک کی تاثیر نظر آئے گی اس طرح یہ قواعد "قواعد الاحکام لمصالح الانام" کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔

قواعد فقہیہ کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں ہے خصوصا قواعد خمسہ کبری متفقہ جن میں سے ہر ایک سے تقریبا تمام ابواب فقہ میں مسائل کا استنباط اور استخراج کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک"۔جو کہ ہمارا موضوع بحث بھی ہے۔ایسا قاعدہ فقیہ کلیہ ہے جس سے تقریبا تین چوتھائی سے زیادہ مسائل فقہیہ کا استخراج کیا گیا ہے۔

قاعدہ فقہیہ کا مفہوم:

قاعدہ کی جمع قواعد ہے۔کتب لغت میں اس کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

"والقواعد الإساس، وقواعد البيت إساسه، وقال الزجاج: القواعد: أساطين البناء التي تعمده"[1]

ترجمہ: قواعد کا معنی اساس ہے جیسا کہ قواعد البیت کا مطلب ہے گھر کی بنیاد۔ امام زجاج کہتے ہیں کہ قوائد سے مراد عمارت کی وہ بنیادیں جن پر عمارت کا قیام ہو۔

قرآن کریم میں اسی معنی میں قاعدہ کا لفظ استعمال ہوا ہے:

"وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَٰهِـۧمُ ٱلْقَوَاعِدَ مِنَ ٱلْبَيْتِ وَإِسْمَٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ"[2]

ترجمہ: ور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں بلند کر رہے تھے (یہ دعا کرتے ہوئے) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

قاعدہ فقہیہ کے اصطلاحی مفہوم کے حوالہ سے کتب فنون میں دو طرح کی تعریفات پائی جاتی ہیں۔

1- بعض حضرات درج ذیل الفاظ کے ساتھ قواعد فقہیہ کی تعریف کرتے ہیں:

"القواعد الفقهية هي أصول فقهية كلية في نصوص موجزة دستورية تتضمن أحكاماً تشريعية عامة في الحوادث التي تدخل تحت موضوعاتها"[3]

ترجمہ: قواعد فقہیہ سے مراد وہ فقہی اصول کلی جنہیں مختصر قانونی الفاظ میں مرتب کیا گیا ہو اور وہ اپنے موضوع کے تحت آنے والے معاملات و مسائل کے متعلق عمومی اور قانونی احکام پر مشتمل ہوں۔

---

[1] الزبیدی، محمّد مرتضی الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، وزارۃ الارشاد والانباء فی الکویت ـ 1422ھ ـ ج:9، ص:60
Al-Zubaidī, Muḥammad Murtaza-al-Husainī,Taj ul Uroos min Jawāhir al-Qāmos, Wazarat al-Irshād..1422,V. 9, P. 60

[2] البقرة:127

Al-Baqarah: 127

[3] الزرقا، شيخ مصطفى بن احمد، المدخل الفقهى العام، دار القلم، دمشق، سوريا. 2004ء. ج:2، ص:965
Zarqā, Sheikh Mustafa bin Aḥmad, Al-Madkhal al-Fiqhī al-Aam, Dar Al-Qalam, Damascus, Syria, 2004 CE, V. 2, p. 965

2- بعض دیگر حضرات نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی ہے:

"حکم اکثری، لا کلی، ینطبق علی اکثر جزئیاته"[4]

ترجمہ: (قاعدہ فقیہ) وہ حکم کلی ہے جو اپنے اکثر جزئیات پر منطبق ہو۔

مذکورہ دونوں تعریفات میں فرق کی بنیاد اصل میں قاعدہ فقہیہ کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے دو نقطہ نظر پر ہے۔ بعض حضرات[5] کے نزدیک قواعد فقیہ کلیہ ہوتے ہیں جو تمام جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔ جب کہ دیگر حضرات[6] کی رائے یہ ہے کہ قواعد فقہیہ کلیہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ اکثریہ ہوتے ہیں کیونکہ کلی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ استثنات سے خالی ہوں ورنہ وہ کلی و مطرد نہیں رہیں گے جبکہ قواعد فقہیہ استثنات سے خالی نہیں ہوتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو پہلی رائے زیادہ مضبوط لگتی ہے کیونکہ جب کسی امر کا کلی ہونا ثابت ہو جائے تو اس سے بعض جزئیات کا مستثنی ہونا اس کے کلی ہونے کے منافی و مضر نہیں ہے کیونکہ اکثر ہر اصل سے کچھ چیزیں مستثنی ہوتی ہیں جس سے اس قاعدہ کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی ہے۔ نیز شریعت میں "للاکثر حکم الکل" ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ مستثنی جزئیات سے کوئی ایسا قاعدہ کلیہ نہیں بن سکتا جو ثابت شدہ اصل کلی امر کے معارض ہو۔ جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے:

"لأن الأمر الكلي إذا ثبت كليا، فتخلف بعض الجزئيات عن مقتضى الكلي لا يخرجه عن كونه كليا،------ فإن الغالب الأكثري معتبر في الشريعة اعتبار العام القطعي؛ لأن المتخلفات الجزئية لا ينتظم منها كلي يعارض هذا الكلي الثابت"[7]

الحموی، احمد بن محمد، غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیة، ج:1، ص:51
Al-Hamwi, Aḥmad bin Muḥammad, Ghamz Ayun al-Basair fi Sharh al-Isbah wa al-Nazayir (Dar al-Kitab al-Alamiyyah, 1405 AH, V. 1, p. 51

[5] امام شاطبیؒ اور الدکتور الزحیلی وغیرہ کا قول ہے

[6] شیخ مصطفی الزرقاء، مولانا سیف اللہ خالد اور شیخ احمد بن عبداللہ وغیرہ نے اسے اختیار کیا ہے۔

[7] الشاطبی، أبو إسحاق إبراهيم بن موسى، الموافقات، مكتبة الشاملة – 1431ھ – ج:2، ص:83

ترجمہ: اس لیے کہ کسی ثابت شدہ امر کلی سے بعض جزئیات کا مستثنی ہونا اس کے کلی ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ شریعت میں غالب اور اکثریت کا اعتبار وہی ہے جو قطعی عام کا ہے کیونکہ مستثنی جزئیات سے ثابت شدہ کلی امر کے معارض کوئی کلیہ نہیں بن سکتا ہے۔

نیز قواعد کلیہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے تمام افراد کو اس طرح شامل ہو کہ کوئی فرد اس سے خارج نہ ہو بلکہ قواعد کلیہ سے مراد وہ قواعد ہیں جو کسی دوسرے قائدہ کے تحت داخل نہ ہوں۔[8]

قواعد فقہیہ اور اصول فقہ میں فرق

قواعدِ اصولیہ اور قواعدِ فقہیہ میں کئی فروق پائے جاتے ہیں جن میں سب سے اہم فروق درج ذیل ہیں:

1) اصول فقہ اور قواعد فقہ میں فرق و تمیز کا صریح ذکر سب سے پہلے امام شہاب الدین قَرَافی کے ہاں ملتا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنی کتاب "الفروق" کے مقدمہ میں اس فرق کو یوں ذکر فرماتے ہیں:

"فإن الشريعة المعظمة المحمدية ---اشتملت على أصول وفروع، وأصولها قسمان أحدهما المسمى بأصول الفقه وهو في غالب أمره ليس فيه إلا قواعد الأحكام الناشئة عن الألفاظ العربية خاصة وما يعرض لتلك الألفاظ من النسخ والترجيح ونحو الأمر للوجوب والنهي للتحريم والصيغة الخاصة للعموم---- والقسم الثاني قواعد كلية فقهية جليلة كثيرة العدد عظيمة المدد مشتملة على أسرار الشرع وحكمه، لكل قاعدة من الفروع في الشريعة ما لا يحصى ولم يذكر منها شيء في أصول الفقه۔"[9]

Al-Shātibī, Abu Ishāq Ibrahim bin Musā, Al-Muwafaqat, Maktabah Al-Shamilah, 1431 AH, V. 2, p. 83

[8] الحموی، غمز عیون الابصار، ج:1، ص:198

Humawī, Ghamz Uyoon al-Basair, V. 1, p. 198

[9] القرافی، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس المالكي (ت ٦٨٤هـ)، أنوار البروق في أنواء الفروق، دار الكتب العلمية، ج:1، ص:2

Al-Qarāfī, Abu Al-Abbas Shihabuddin Aḥmad bin Idris Al-Malikī (d. 684 AH), Anwar Al-Burooq fi Anwar Al-Furooq, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, V. 1, p. 2

یعنی اصول فقہ میں بنیادی طور پر زیادہ توجہ لغت اور الفاظ پر دی جاتی ہے جیسا کہ "اقیموا" امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے جبکہ قواعد فقہ میں بنیادی طور پر معنی و مفہوم پیش نظر ہوتا ہے۔

2) قاعدہ اصولیہ کے ذریعے قانون کا مفہوم متعین کیا جاتا ہے جبکہ قاعدہ فقہیہ دراصل قانون کا ایسا حکم/فیصلہ ہوتا ہے جس کا اطلاق کسی خاص جزیئے کے بجائے متعدد جزئیات پر ہوتا ہے۔ مثلاً امر وجوب کے لیے ہے، ایک قاعدہ اصولیہ ہے جس سے قانون کا مفہوم متعین ہوتا ہے کہ جس فعل کے لیے بھی قانون میں امر آئے گا، تو وہ فعل واجب ہو گا۔ پھر جب قرآن کی آیت میں نماز کے لیے امر آیا، تو معلوم ہوا کہ نماز واجب ہے۔ یہ ایک مخصوص جزیئے کا حکم ہوا۔ جب اس طرح مخصوص جزیئے کے لیے مخصوص حکم کے بجائے قانون عمومی نوعیت کا حکم دے جو کئی جزئیات پر لاگو ہوتا ہے، تو اسے قاعدہ فقہیہ کہا جاتا ہے۔

آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قواعد فقہیہ سے براہ راست حکم کا استخراج و استنباط ممکن ہے جبکہ اصول فقہ سے ایسا ممکن نہیں بلکہ ان کی روشنی میں کسی نص سے حکم کا استنباط کیا جا سکتا ہے، جیسے "الامر للوجوب" اصول فقہ ہے اس سے براہ راست حکم کا استخراج نہیں کیا جا سکتا بلکہ "اقیموا الصلاۃ" کی طرح کسی نص میں کوئی امر ہو اور قرینہ صارفہ عن الوجوب بھی نہ ہو تب حکم کا استنباط کیا جائے گا، جبکہ قاعدہ فقہیہ "الیقین لا یزول بالشک" سے بلا واسطہ نص شرعی استنباط حکم ممکن ہے، جیسے اگر طہارت کا یقین ہونے کے ساتھ نجاست یا حدث کے لاحق ہونے کا شک ہو تو حکم طہارت برقرار رکھا جائے گا، شک کی وجہ سے حادث یا نجس ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔[10]

قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کا معنی و مفہوم

[10] الفراء، محمد بن سلمان، مقدمة فى القواعد الفقه الكليه، الجامعه الاسلامية، غزة، ص:7

Al-Farra’, Muḥammad bin Salman, Muqaddimah fi Al-Qawa'id Al-Fiqhīyyah Al-Kulliyyah, Islamic University, Gaza, p. 7

مذکورہ قاعدہ ان الفاظ کے ساتھ باقاعدہ ضبط تحریر میں چوتھی صدی ہجری میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ چنانچہ امام ابوالحسن الکرخی (المتوفی:340ھ) اپنے رسالہ "اصول الکرخی"[11] میں اس قاعدہ کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

"ان ما ثبت بالیقین لایزول بالشک"[12]

امام ابوالحسن الماوردی شافعی نے اسی قاعدے کو امام شافعی علیہ الرحمہ سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: "لایزول الیقین بالشک"[13]

حافظ العلائی الشافعی (المتوفی: 761ھ) نے مذکورہ قاعدہ کو قاضی حسین سے درج ذیل الفاظ معروفہ کے ساتھ نقل کیا ہے جو آج تک لوگوں کے مابین متداول ہیں:

"الیقین لایزول بالشک"[14]

---

[11] قواعد فقہ کے موضوع پر چوتھی صدی ہجری میں باقاعدہ تصنیف کا آغاز ہوا جس کا سہرا امام ابوالحسن الکرخی الحنفی کے سر ہے جنہوں نے یہ رسالہ لکھا جو قواعد فقہ کا قدیم ترین مجموعہ ہے۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:
"خصوصا أن أصحابنا رحمهم الله لهم خصوصية السبق في هذا الشأن، والناس لهم أتباع"
ترجمہ: اس مہتم بالشان علم وفن (قواعد اور اشباہ ونظائر) کی تدوین میں احناف کو اعزاز سبقت حاصل ہے باقی لوگ ان کے خوشہ چین ہیں۔
(الاشباہ و النظائر، المقدمہ، ص:13) (Al-Ashbāh wa Al-Naza'ir, Introduction, p. 13)
البتہ قواعد فقہیہ نام سے منسوب کتاب کا ذکر سب سے پہلے امام ابن تیمیہ (متوفی:728ھ) کی کتاب "القواعد النورانیۃ فی القواعد الفقہیۃ" کی صورت میں ملتا ہے۔

[12] الکرخی، ابو الحسن عبید اللہ، اصول الکرخی، مطبعہ جاوید پریس، کراچی، ص:80
Al-Karkhī, Abu Al-Hasan Ubaydullah, Usul Al-Karkhī, Javed Press, Karachi, p. 80

[13] الماوردی، علی بن محمد، الحاوی الکبیر فی فقہ الامام الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج:1، ص:207
Al-Māwardī, Ali bin Muḥammad, Al-Hawī Al-Kabir fi Fiqh Al-Imam Al-Shafi'i, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, V. 1, p. 207

[14] العلائی، حافظ صلاح الدین الشافعی، دار عمار المکتبۃ المکیۃ، ج:1، ص:70
Al-Alai, Hafiz Salahuddin Al-Shāfī'i, Dar Ammār, Al-Maktabah Al-Makkiyah, V. 1, p. 70

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر امام شافعی علیہ الرحمہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے ہاں اس قاعدہ کے الفاظ مختلفہ عن المعروف کا ذکر ملتا ہے۔البتہ لغت کے اعتبار سے قاعدہ کے درج ذیل الفاظ وصیغ دیگر کے مقابلہ میں اجود واحسن ہیں: "الیقین لایزول بالشک"

کیونکہ جملہ اسمیہ (جب قاعدہ کی ابتداء اسم-الیقین-سے ہو) قاعدہ کو دوام واستقرار کا معنی دیتا ہے جبکہ جملہ فعلیہ (جب قاعدہ کی ابتداء فعل-لایزول-سے ہو) اس کے برعکس تجدد وحدوث کا فائدہ دیتا ہے جبکہ یقین کے لیے تجدد وحدوث کی بجائے استقرار وثبوت کا ہونا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ موضوع بحث قاعدہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ قواعد کلیہ خمسہ کبری میں سے قاعدہ "لاضرر ولاضرار" کے علاوہ سب سے پہلے اسی قاعدہ کے الفاظ وصیغ باقاعدہ ضبط تحریر میں آئے ہیں۔

مفہوم قاعدہ کی تبیین اس کے مفردات کے معانی ومطالب کے بیان پر منحصر ہے لہذا لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے مفردات قاعدہ کی وضاحت کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

الیقین:

یقین کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا ایک جگہ قرار پکڑنا، رک جانا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ "یقن الماء"[15] یعنی پانی حوض میں ٹھہر گیا۔ مذکورہ قاعدہ میں یقین سے مراد اعتقاد جازم ثابت نہیں ہے جیسا کہ منطقی اور فلسفی حضرات مراد لیتے ہیں[16] بلکہ فقہی اصطلاح میں یقین سے مراد غیر متردد علم ہے۔یعنی ایسا قلبی جزم وعزم جس کی نسبت دلیل

---

[15] الجرجاني، علي بن محمد الشريف، لبنان، دار الكتب العلمية بيروت، ص:259
Al-Jurjānī, Ali ibn Muḥammad Al-Sharif, Lebanon, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, p. 259

[16] کیونکہ فقہی احکام کا دارومدار ظاہر پر ہوتا ہے۔بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات فقہی اعتبار سے یقین کے حکم میں ہے لیکن اس میں یقین کے متعلق خلاف عقلی کا احتمال ہوتا ہے۔ جیسے شرعی گواہی سے ثابت شدہ مسئلہ فقہی اعتبار سے یقین کے لیکن اس میں یقین کے متعلق خلاف عقلی کا احتمال موجود ہے اور وہ یہ کہ ہو سکتا ہے گواہوں نے جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا ہو لیکن فقہی احکام کے استنباط میں اس طرح کے ضعیف احتمالات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

قطعی کی طرف ہو۔ جب کوئی بات کسی شرعی دلیل سے ثابت ہو جائے اور وہاں تردد نہ ہو تو فقہی اصطلاح میں اسے یقین کہا جاتا ہے۔ چنانچہ دکتور محمد مصطفی الزحیلی لکھتے ہیں:

"الیقین لغة:العلم الذی لاتردد معه،ای الاستقرار،و هذا هو المراد من القاعدة"[17]

ترجمہ: لغت میں یقین سے مراد وہ علم جس کے ساتھ تردد نہ ہو یعنی استقرار ہو اور یہی معنی فقہی قاعدہ میں مراد ہے۔

اصطلاحی اعتبار سے یقین کا معنی ہے:

"حصول الجزم او الظن الغالب بوقع الشیء او عدم وقوعه"[18]

یقین کی یہ تعریف دیگر تعریفات کے مقابلے میں اعم اور اشمل ہے کیونکہ یہ جزم اور ظن غالب دونوں کو شامل ہے نیز یہ یقین کے متعلق فقہاء کے بیان کردہ مفہوم کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اکثر مسائل فقہیہ کی بنیاد ظن غالب پر ہے نہ کہ صرف جزم قاطع پر۔ چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں:

"واعلم أنهم يطلقون العلم واليقين ويريدون بهما الظن الظاهر لا حقيقة العلم واليقين فإن اليقين هو الاعتقاد الجازم وليس ذلك بشرط في هذه المسألة ونظائرها"[19]

---

[17] الزحیلی، دکتور محمد مصطفی، القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، دارالفکر بیروت، ج:1، ص:96
Al-Zuhaylī, Dr. Muḥammad Mustafa, Al-Qawa'id Al-Fiqhīyyah wa Tatbiqatuhī fi Al-Madhīhib Al-Arba'ah, Dar Al-Fikr, Beirut, V. 1, p. 96

[18] حیدر، علی حیدر جابر العثمانی، درر الحکام شرح مجلة الاحکام، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج:1، ص:20
Haydar, Ali Haydar Jībir Al-Uthmīni, Durar Al-Hukkam Sharh Majallīt Al-Ahkīm, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, V. 1, p. 20

[19] النووي، أبو زكريا محيي الدين بن شرف، المجموع شرح المهذب، إدارة الطباعة المنيرية، مطبعة التضامن الأخوي، القاهرة، ه‍، ج:1، ص:245
Al-Nawawī, Abu Zakariya Muhyi Al-Din Ibn Sharaf, Al-Majmu' Sharh Al-Muhadhdhab, Idarat Al-Tibaa'ah Al-Maniriyyah, Matba'at Al-Tadamun Al-Ikhwai, Cairo, 1347 AH, V. 1, p. 245

ترجمہ: ذہن نشین رہے کہ فقہاء علم ویقین کے الفاظ استعمال کرکے ان سے مراد حقیقی علم اور یقین کی بجائے ظن ظاہری لیتے ہیں کیونکہ یقین اعتقاد جازم کا نام ہے جو کہ اس مسئلہ (نجاست ماء) اور اس جیسے دیگر مسائل فقہیہ میں ضروری نہیں ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ استنباط احکام فقہیہ کے اعتبار سے ظن غالب یقین کے درجے میں ہے[20] بشرطیکہ ظن غالب کے لیے کوئی معتبر دلیل یا قرینہ ہو ورنہ شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ ایسی صورت میں یہ محض وہم ہو گا جو کہ غیر معتبر ہے۔

الشک:

شک کا لفظی معنی ہے تردد، ایک معنی یہ بھی ہے "نیزہ مارنا" جیسے کہا جاتا ہے: " شككته بالرمح"[21]

اصطلاحی طور پر شک کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"هو التردد بين النقيضين بلا ترجيح لأحدهما على الآخر عند الشاك"[22]

---

[20] ظن غالب کا یقین کے درجے میں ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ ظن غالب کافی نہیں ہوتا بلکہ یقین کا ہونا ضروری ہوتا ہے جیسے کسی نے دو بہنوں سے ایک ہی وقت میں نکاح کیا تو ایسی صورت میں جس بہن کے ساتھ پہلے نکاح کیا وہ جائز ہو گا اور دوسری کے ساتھ باطل ہو گا۔ لیکن اگر وہ بھول گیا کہ اس نے ان دونوں میں سے پہلے کس کے ساتھ کیا ہے تو اس صورت میں صرف ظن غالب کافی نہیں ہو گا بلکہ جب تک یقین نہ ہو جائے کہ اس نے کس کے ساتھ پہلے نکاح کیا ہے تب تک ان دونوں میں سے کسی کے پاس جانا جائز نہیں ہے کیونکہ مسائل فروج کے اندر محض اور اندازہ کفایت نہیں کرتا ہے۔ (حاشیہ ابن عابدین، ج: 3، ص: 41)

[21] الفيومى، أحمد بن محمد، المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، المكتبة العلمية، بيروت، ج:1، ص:321
Al-Fayoumī, Aḥmad ibn Muḥammad, Al-Misbah Al-Munir fi Gharib Al-Sharh Al-Kabir, Al-Maktabah Al-Ilmiyyah, Beirut, V. 1, p. 321

[22] الجرجاني، علي بن محمد، كتاب التعريفات، دار الكتب العلمية، بيروت –لبنان، 1983م، ص:128
Al-Jurjanī, Ali ibn Muḥammad, Kitab Al-Ta'rifat, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, 1983, p. 128

ترجمہ: شک سے مراد دو متضاد چیزوں کے درمیان ایسا تردد جس کی وجہ سے دونوں میں سے ایک کو دوسری پر شک کرنے والے کے نزدیک ترجیح نہ ہو۔

فقہا کے نزدیک شک کے معنی میں دیگر اصحاب فنون کے مقابلے میں وسعت ہوتی ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک ہر وہ عمل جس میں تردد ہو خواہ اس کی جانبین مساوی ہوں یا کسی ایک جانب کو ترجیح حاصل ہو اسے شک سے تعبیر کیا جائے گا۔[23]

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں قاعدہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب یقینی طور پر کوئی امر ثابت ہو جائے تو کسی بلا دلیل احتمال (شک) کی وجہ سے یقین کا حکم مرتفع نہیں ہو گا بلکہ وہ اپنے مقام پر برقرار رہے گا جب تک کہ اس کے خلاف اس کی مثل یا اس سے زیادہ قوی یقین نہ پایا جائے کیونکہ ایک ضعیف شی (شک) کے ذریعے کسی یقینی امر کو زائل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً جب کسی شخص پر یقینی طور پر ثابت ہو کہ اس نے کسی کا قرض دینا ہے پھر اس کے بعد وہ شخص فوت ہو جائے تو اس کے ذمے قرض محض شک طاری کی وجہ سے ساقط نہیں ہو گا جب تک یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے قرض ادا کر دیا ہے۔[24]

قاعدہ کی قرآنی الفاظ کے ساتھ مناسبت

کسی ایک مکمل آیت کے اندر قاعدہ کے مکمل الفاظ اکٹھے نہیں پائے جاتے ہیں البتہ مختلف آیات کے اندر الفاظ قاعدہ متفرق طور پر مکمل پائے جاتے ہیں چنانچہ درج ذیل آیت کریمہ لفظ "الیقین" پر دلالت کرتی ہے۔

---

[23] ابن قیم، محمد بن أبي بكر، بدائع الفوائد، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان، ج:4، ص:1338
Ibn Qayyim, Muḥammad ibn Abi Bakr, Bada'i' Al-Fawa'id, Dar Al-Kitab Al-Arabi, Beirut, Lebanon, V. 4, p. 1338

[24] الزرقا، شيخ مصطفى بن أحمد، المدخل الفقهي العام، دار القلم، دمشق، سوريا، 2004م، ج:2، ص:981
Al-Zarqa, Shaykh Mustafa ibn Aḥmad, Al-Madkhal Al-Fiqhī Al-'Aam, Dar Al-Qalam, Damascus, Syria, 2004, V. 2, p. 981

"وَجِئۡتُكَ مِن سَبَإِۭ بِنَبَإٖ يَقِينٍ"[25]

اس آیت کریمہ میں لفظ "الیقین" کا معنی ہے کہ ایسی خبر صادق جس میں شک نہ ہو۔[26] چنانچہ لفظ "الیقین" جو قاعدہ میں مذکور ہے وہ اس آیت میں مذکور لفظ "الیقین" کے موافق ہے۔

اسی طرح کلمہ "یزول" درج ذیل آیت کریمہ میں پایا جاتا ہے:

"انّ ٱللَّهَ يُمۡسِكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ أَن تَزُولَاۚ وَلَئِن زَالَتَآ إِنۡ أَمۡسَكَهُمَا مِنۡ أَحَدٖ مِّنۢ بَعۡدِهِۦٓ"[27]

اس آیت میں زوال بمعنی زائل ہونا اور اضمحلال ہے۔[28] چنانچہ قاعدہ اور اس آیت میں موجود کلمہ "یزول، تزول" لفظی و معنوی موافقت رکھتے ہیں۔

تیسرے لفظ قاعدہ "الشک" پر درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

"بل هم فی شک یلعبون"[29]

---

[25] النمل:22

Al-Namal : 22

[26] الواحدي، أبو الحسن علي بن أحمد النيسابوري، الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، دار الشامية، بيروت، لبنان، 1415ھ، ج:1، ص:802

Al-Waḥidī, Abu Al-Hasan Ali ibn Aḥmad Al-Nisaburī, Al-Wajiz fi Tafsīr Al-Kitab Al-Azīz, Dar Al-Shamiyyah, Beirut, Lebanon, 1415 AH, V. 1, p. 802

[27] فاطر:41

Fatir : 41

[28] ابن الجوزی، أبو الفرج عبد الرحمن بن علي، زاد المسير في علم التفسير، المكتبة الإسلامية، بيروت، لبنان، 1404ھ، ج:6، ص:496

Ibn Al-Jawzī, Abu Al-Faraj Abdul Rahman ibn Ali, Zad Al-Masir fi Ilm Al-Tafsir, Al-Maktabah Al-Islamiyyah, Beirut, Lebanon, 1404 AH, V. 6, p. 496

[29] الدخان:9

Al-Dukhan : 9

اس آیت میں شک بمعنی افترا اور عدم یقین ہے۔ چنانچہ لفظ "الشک" جو قاعدہ میں مذکور ہے وہ اس آیت میں مذکور لفظ "شک" کے لفظا اور معنی موافق ہے۔[30]

"الیقین لا یزول بالشک" کی قرآن سے تاصیل

قران کریم سے اس قاعدہ کے تاصیلی دلائل درج ذیل ہیں۔

1- ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ"[31]

ترجمہ: یہ صرف وہ نام ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ تعالی نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی یہ (مشرکین) صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی، اور بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ضرور ہدایت آچکی ہے۔

اس آیت میں ظن سے مراد شک اور توہم ہے۔[32]

مذکورہ آیت کے درج ذیل حصے میں موضوع بحث قاعدہ کے متعلق دلیل ہے:

"إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ"

---

[30] الزمخشري، محمود بن عمر، الكشاف عن حقائق التنزيل، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، 1421ھ، ج:4، ص:276

Al-Zamakhsharī, Mahmoud ibn Umar, Al-Kashshaf ‘An Haqaiq Al-Tanzeel, Dar Ihyaa Al-Turath Al-Arabi, Beirut, Lebanon, 1421 AH, V. 4, p. 276

[31] النجم: 23

[32] الزمخشری، الکشاف، ج:4، ص:424

Al-Zamakhsharī, Mahmood ibn Umar, Al-Kashshaf, 1421 AH, V. 4, p.424

چنانچہ اس کی توضیح یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے مشرکین پر یہ طعن کیا ہے کہ وہ حق کے باوجود شک اور اوہام کی اتباع کرتے ہیں۔اس سے یہ بات دلالت التزامی کے طور پر ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو شکوک اور اوھام کو ترک کر کے یقین کی اتباع کرنی چاہیے کیونکہ شک یقین کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے۔

2 -اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَمَا يَتَّبِعُ أَكۡثَرُهُمۡ إِلَّا ظَنًّاۚ إِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ ٱلۡحَقِّ شَيۡـًٔاۚ "[33]

ترجمہ:ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں بے شک گمان کبھی یقین سے مستغنی نہیں کرتا ہے۔

یہ آیت بھی التزاما مذکورہ قاعدہ پر دلالت کرتی ہے۔ جس وضاحت یہ ہے کہ اس ایت کریمہ میں ظن سے مراد وہم اور خیال ہے اور حق سے مراد صحیح اور یقینی علم ہے اس آیت میں یقین کے مقابلے میں شک اور وہم کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

3-ارشاد باری تعالی ہے:

"وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞ وَٱلسَّاعَةُ لَا رَيۡبَ فِيهَا قُلۡتُم مَّا نَدۡرِي مَا ٱلسَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنّٗا وَمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِينَ"[34]

ترجمہ:اور جب کبھی کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ یقینا سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم جواب دیتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے۔؟ ہمیں کچھ یوں ہی سا خیال ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں ہے۔

مذکورہ آیت میں ظن سے مراد شک ہے۔[35]

---

[33]یونس:36

Younas:36

[34]الجاثیۃ:32

Al-Jathia :32

مذکورہ آیت کے درج ذیل حصہ سے " قاعدہ الیقین لا یزول بالشک "پر استدلال کیا گیا ہے:

"إن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ"

وجہ استدلال کچھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے مشرکین کا بعثت و قیامت کے متعلق شک اور استہزا کرنے کو عیب اور خامی شمار کرتے ہوئے طنز کیا ہے جس سے دلالت التزامی کے طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعثت و قیامت کے متعلق یقین کا حاصل ہونا اصل مقصود و مطلوب ہے اور اسی پر مذکورہ آیت میں دلالت پائی جاتی ہے۔ یعنی مشرکین کے محض شک و شبہ کی بنیاد پر بعثت و قیامت کے متعلق یقین زائل نہیں ہو گا۔

علامہ طوفی حنبلی نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کے دوران اس وجہ استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس اس میں ظن اور یقین کا فرق واضح ہے کیونکہ دونوں میں سے ایک کا اثبات دوسرے کی نفی ہے۔[36]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ آیات میں قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کی تاصیل پائی جاتی ہے جو کہ دلالت التزامی بالاشارہ سے ثابت ہے۔

حدیث مبارک سے قاعدہ کی تاصیل

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[35] البلخي، مقاتل بن سليمان، الوجوه والنظائر في القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت، 1429هـ، ص:158

Al-Balkhi, Muqatil ibn Suleiman, Al-Wujuh wa Al-Naza’ir fi Al-Quran, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, 1429 AH, p. 158

[36] الطوفي، سليمان بن عبد القوي الحنبلي، الإشارات الإلهية إلى مباحث الأصولية، الفاروق الحديثية للطباعة والنشر، القاهرة، 1424هـ، ج:3، ص:248

Al-Tufī, Sulaiman ibn Abdul Qawi Al-Ḥanbali, Al-Isharat Al-Ilahiyyah ila Mabahith Al-Usuliyyah, Al-Faruq Al-Hadithiyyah lil-Tiba’ah wal-Nashr, Cairo, 1424 AH, V. 3, p. 248

"إذا وجد أحدكم في بطنه شيئا، فأشكل عليه أخرج منه شيء أم لا، فلا يخرجن من المسجد حتى يسمع صوتا، أو يجد ريحا"[37]

ترجمہ: جب تم میں کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے، جس سے اس پر مشتبہ ہو جائے کہ اس سے کچھ خارج ہوا یا نہیں؟ تو وہ ہر گز مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے۔

یہاں محض شک وتردد کی بنیاد پر اپنے آپ کو بے وضو سمجھ کر مسجد سے نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ نمازی کو اپنے باوضو ہونے کا یقین تھا، بعد میں وضو کے ٹوٹنے میں شک آگیا اور یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا، تو اس کے متعلق یہی حکم ہو گا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا لہذا وہ وضو کرنے کے لیے نماز نہ توڑے۔

یقینی امر کو کسی ضعیف امر سے ختم کرنا قیاس اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ شیخ مصطفی الزرقاء لکھتے ہیں:

"فمن جهة العقل: اليقين اقوى من الشک،لان فی اليقين حكما قطعيا جازما،فلاينهدم بالشک"[38]

ترجمہ: عقلی طور بھی یقین شک سے زیادہ قوی ہے کیونکہ یقین میں حکم قطعی و جازم ہوتا ہے جو کہ شک سے ختم نہیں ہو سکتا۔

عصری اطلاقات

تین چوتھائی فقہی مسائل پر مشتمل قواعد خمسہ کبری کلیہ متفقہ[39] میں سے تیسرا عظیم فقہی قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کے تحت بہت سے معاصر فقہی مسائل بھی آتے ہیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

---

[37] أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1374ھ، رقم الحديث:362

Abu Al-Husayn Muslim ibn Al-Hajjaj Al-Qushayrī Al-Nisaburī, Dar Ihyaa Al-Turath Al-Arabi, Beirut, 1374 AH, Hadith No. 362

[38] المدخل الفقہی العام، ج:2، ص:981

1- مفقود الخبر، جو لاپتہ ہو گیا اور اس کی زندگی، موت کے متعلق کوئی خبر نہ رہی، تو اسے اس کے حقوق کے متعلق زندہ ہی شمار کیا جائے گا، کیونکہ جب وہ غائب ہوا تو اس وقت اس کا زندہ ہونا ثابت تھا، تو وہی حکم باقی رہے گا، پس جب تک اس کی حقیقی موت پر کوئی یقینی دلیل نہ پائی جائے یا اس کی عمر کے نوے سال پورے ہونے یا اس کے ہم عصروں کے فوت ہونے پر اس کی موت کا شرعی حکم نہ کر دیا جائے، اس وقت تک وارثوں کو اجازت نہیں کہ اس کا مال تقسیم کریں اور نہ اس کی ودیعت (امانت) اس کے مودَع (جس کے پاس امانت رکھوائی گئی تھی، اس) سے واپس لی جائے گی اور نہ اس کی بیوی آگے نکاح کرے گی۔[40]

2 - بازاری افواہوں سے بھی یقین کے خلاف حکم ثابت نہیں ہو گا۔ مثلا:

افواہ پھیل گئی کہ فلاں جگہ چاند نظر آگیا ہے لیکن پھیلانے والوں کا پتا نہیں تو ایسی افواہ سے چاند کی رؤیت ثابت نہیں ہو گی کیونکہ افواہ سے چاند کی رؤیت کا ثابت ہونا مشکوک ہے، یقینی نہیں، جبکہ چاند کی رؤیت کا نہ ہونا یہ یقینی تھا، تو شک سے یقین کے خلاف حکم ثابت نہیں ہو گا۔

اسی طرح کھانے پینے وغیرہ حلال اشیاء کے متعلق افواہ پھیلتی ہے کہ ان میں خنزیر کی چربی ہے یا فلاں حرام شے ہے لیکن تحقیقی و یقینی بات نہیں ہوتی، تو اس سے بھی اس چیز کا حرام ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کہ اصل جو حلال ہے، وہ یقینی ہے جبکہ حرمت، مشکوک ہے اور شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

3 - سڑک اور بازار وغیرہ کی کیچڑ (mire) پاک ہے جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو اسی طرح راستوں میں سبیلوں وغیرہ پر رکھے برتن، کہ جن سے ہر کوئی پانی پیتا ہے، چھوٹا، بڑا، مسلمان، کافر، ان سب کے پاک ہونے کا ہی حکم دیا جائے گا۔ اور اسی طرح کفار کی دکانوں پر بننے والی روٹی، مکھن، بسکٹ، کپڑے ہیں کہ ان سب کے پاک ہونے کا حکم ہو گا، جب تک ان کے ناپاک ہونے کا یقین یا غلبۂ ظن نہ ہو۔ کیونکہ اشیاء میں اصل یقینی طہارت ہے تو جب تک

---

[39] علامہ قرافی لکھتے ہیں: "فهذه قاعدة مجمع عليها وهي أن كل مشكوك فيه يجعل كالمعدوم الذي يجزم بعدمه"(الفروق،ج:1،ص:111)

[40] الاتاسی، محمد خالد، شرح المجلۃ، مطبوعہ کوئٹہ، ج:1، ص:21
Al-Atāsī, Muḥammad Khalid, Sharh Al-Majallah, Matbu'ah Quetta, V. 1, p. 21

اصل کے خلاف دلیل نہ پائی جائے، اشیاء اپنی اصل پر رہیں گی۔ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا بلکہ یقین اپنی مثل یقین سے ہی زائل ہوتا ہے۔

4 - کسی شخص کو باقاعدہ عدالتی کاروائی اور منصفانہ تحقیق و تفتیش کے بغیر محض سنی سنائی بات پر یا محض الزام کی بنیاد پر "گستاخ رسول" نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ایک مسلم فقہی قاعدہ "الأصل براءة الذمة" کی وجہ سے جو کہ ایک بنیادی فقہی قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کے تحت داخل ہے اور اسی سے ماخوذ و معہود ہے۔[41]

5 - اگر کوئی مریض موت کی کشمکش میں ہو تو ڈاکٹر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ محض اس خیال اور شک کے ساتھ مریض سے آلات علاج و معالجہ کو دور کر دے کہ یہ فوت ہو گیا ہے اب اس کے علاج کی مزید ضرورت باقی نہیں ہے جب تک یقینی طور پر اس کی موت ثابت نہ ہو جائے۔

6 - کوئی شخص متعدی مرض میں مبتلا ہو تو اسے مکمل اور یقینی طور پر شفایاب ہونے تک سماجی سرگرمیوں سے روک دیا جائے گا اس دوران ڈاکٹر کے لیے جائز نہیں ہے کہ یقینی طور پر معلوم کیے بغیر محض ظن اور شک کی بنیاد پر اس کی مکمل صحت یابی کا حکم دے کیونکہ اس کا مرض یقینی طور پر ثابت ہے لہذا اس کی شفایابی کا حکم اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک اس کی صحت یاب ہونے کا یقین نہیں ہو جاتا۔

7 - جب کسی شخص پر یقینی طور پر ثابت ہو کہ اس نے کسی کا قرض دینا ہے پھر اس کے بعد وہ شخص فوت ہو جائے تو اس کے ذمے قرض محض شک طاری کی وجہ سے ساقط نہیں ہو گا جب تک یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے قرض ادا کر دیا ہے۔[42]

---

[41] أحمد بن محمد الحموی، غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباہ والنظائر، بیروت۔ دار الکتب العلمیۃ۔ ۱۹۸۵م۔ ج۱، ص ۲۰۳
Aḥmad bin Muḥammad al-Hamwi,Ghumaz Uyun al-Basair, Sharah Kitab al-ashbah wa-Nazair, Beruit, Dar ul Kotob al-Ilmiyia, 1985,V1, P 203

[42] الزرقا، شیخ مصطفی بن احمد، المدخل الفقہی العام، دار القلم، دمشق، سوریا۔ 2004ء ج:2، ص:981
Al-Zarqa, Shaykh Mustafa ibn Aḥmad, Al-Madkhal Al-Fiqhī Al-'Aam, Dar Al-Qalam, Damascus, Syria, 2004, V. 2, p. 981

8 - ملک بینک(milk bank)[43] کے ذریعے رضاعت و حرمت رضاعت کے ثبوت اور عدم ثبوت کے متعلق مجوزین اور مانعین کی مختلف آراء ہیں۔

ملک بنک کے ذریعے سے بچے کو دودھ فراہم کرنے میں بہت سے امور میں شکوک و شبہات رہتے ہیں اس لیے جمہور فقہاء کے نزدیک شک کی صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی تو اس سے حرمت بھی ثابت نہ ہونی چاہیے، مرضعہ کے نام میں شک، دودھ کی اصل مقدار میں شک، مرضعات کی تعداد میں شک، دودھ کے مختلط ہونے میں شک، غرضیکہ ہر چیز میں شک ہے تو اس سے رضاعت کیسے ثابت ہو گی۔؟

شکوک و شبہات سے شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے۔ فقہی قاعدہ ہے "الیقین لایزول بالشک" کہ یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔ لہذا جمہور فقہاء کے ہاں شک سے احکامات ثابت نہیں ہوتے اس لیے رضاعت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ فقہ حنفی کے مطابق اگر کسی بچے کو کسی گاوں کی بعض خواتین نے دودھ پلایا اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کون ہیں ؟اس آدمی نے اس گاوں کی کسی لڑکی سے شادی کر لی تو جائز ہے۔[44]

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کا مشورہ یہ ہے کہ ملک بنک کی صورت میں ان تمام خواتین کے نام پیکٹ پر لکھنا یا ان کی معلومات حاصل کر کے ان کی تحقیق کرنا ایک مشکل امر ہے اور فقہاء کے اصول کے مطابق اس میں وسعت پیدا کرنی چاہیے اور جب کچھ فقہاء شک کی وجہ سے حرمت کے قائل نہیں ہیں تو اسی کو قبول کر لینا چاہیے۔[45]

---

[43] ملک بنک(milk bank) میں ایسی خواتین کا دودھ جمع کیا جاتا ہے جو عطیۃ یا قیمتا دودھ دیتی ہیں اور انہیں جراثیم سے محفوظ کر کے پیکٹوں میں بند کر لیا جاتا ہے اور ڈاکٹرز جب کسی بچے کو دیکھتے ہیں کہ اس کا وزن زیادہ کم ہے یا وہ غذائی کمی کا شکار ہے، یا کسی اور بیماری کی وجہ سے صحیح نشوونما نہیں پارہا تو اسے ماں کا دودھ تجویز کر دیتے ہیں اور بعض اوقات خود اس کی اپنی ماں کے ہاں اس وقت دودھ نہیں ہوت ہے، اس طرح کی صورتحال سے نبٹنے کے لیے ملک بنک قائم کر کر دیے۔گئے۔

[44] ابن قدامہ، أبو محمد عبداللہ بن أحمد الحنبلی، المغنی، مکتبۃ القاھرۃ– 1389ھ–ج:8،ص:172

Ibn Qudamah, Abu Muḥammad Abdullah ibn Aḥmad Al-Ḥanbalī, Al-Mughnī, Maktabah Al-Qahira, 1389 AH, V. 8, p. 172.

[45] مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجدة، ج:2، ص:259

Majallat Majma’ Al-Fiqh Al-Islāmī, Jeddah, V. 2, p. 259

نتائج بحث:

1. بہت سے شذرات شریعہ کی معرفت قواعد فقہیہ کے ذریعے ہوتی ہے جن کے لیے قواعد فقہیہ ایک مرجع اور نبراس کی طرح ہیں جن سے نور علم وہدایت حاصل کیا جاتا ہے۔
2. ثابت شدہ قواعد فقہیہ کلیہ سے بعض مسائل کا مستثنی ہونا ان کے کلی ہونے کے منافی و مضر نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر ہر اصل سے کچھ چیزیں مستثنی ہوتی ہیں جس سے اس قاعدہ کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی ہے۔ نیز شریعت میں "للاکثر حکم الکل" ہوتا ہے۔
3. اصول فقہ میں بنیادی طور پر زیادہ توجہ لغت اور الفاظ پر دی جاتی ہے جبکہ قواعد فقہ میں بنیادی طور پر معنی و مفہوم پیش نظر ہوتا ہے۔ نیز قواعد فقہیہ سے براہ راست حکم کا استخراج واستنباط ممکن ہے جبکہ اصول فقہ سے ایسا ممکن نہیں بلکہ ان کی روشنی میں کسی نص سے حکم کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔
4. مجموعی طور پر امام شافعی علیہ الرحمہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے ہاں اس قاعدہ کے الفاظ مختلفہ عن المعروف کا ذکر ملتا ہے۔
5. ظن غالب کا یقین کے درجے میں ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ ظن غالب کافی نہیں ہوتا بلکہ یقین کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔
6. کسی ایک مکمل آیت کے اندر قاعدہ کے مکمل الفاظ اکٹھے نہیں پائے جاتے ہیں البتہ مختلف آیات قرآنیہ کے اندر الفاظ قاعدہ (الیقین لا یزول۔۔۔) متفرق طور پر مکمل پائے جاتے ہیں۔ نیز آیات میں قاعد کی تاصیل پائی جاتی ہے جو کہ دلالت التزامی بالا شارہ سے ثابت ہے۔
7. تین چوتھائی فقہی مسائل پر مشتمل قواعد خمسہ کبری کلیہ متفقہ میں سے تیسرے عظیم فقہی قاعدہ "الیقین لا یزول۔۔۔" کے تحت بہت سے عصری اطلاقات آتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.